جواب الجواب

(مسئلہ مزارعت و کرایہ مکان)

محمد صغیر حسن معصومی

پروفیسر رفیع اللہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری تحقیقی نگارش پر عالمانہ داروگیر کی ہے اور علمی طریقے سے راہنمائی کی کوشش کی ہے۔ البتہ اپنے مفروضہ عقیدے کے اثبات میں انہیں یہ احساس نہ رہا کہ بہت سے نمایاں ابواب حدیث و فقہ نظر انداز ہوگئے ہیں۔ غنیمت ہے کہ انہوں نے بعض دوسرے ذی علم اصحاب کی طرح طعن و تشنیع سے کام نہیں لیا۔ چونکہ احقاق حق مقصود ہے اور کورانہ تقلید سے یہ ہیچمدان بھی احتراز کا قائل ہے، دوبارہ تبصرہ مسئلے کے زیر بحث نکات پر احادیث و آثار کی روشنی میں حسب ذیل پیش کرتا ہوں:۔

مزارعت کے سلسلہ میں پروفیسر صاحب نے مفتوحہ ممالک کی اراضی، کی بحث پیش کر کے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مزارعت کی شرعی حیثیت کوئی عملی حیثیت نہیں رکھتی۔ کہ پاکستان کی اراضی دیگر مفتوحہ ممالک کی طرح اسلامی بیت‌المال کی ملکیت قرار پاتی ہیں۔ یہ بیان بڑا دلچسپ ہے۔ لیکن تاریخی لحاظ سے واقعہ یہ ہے کہ علاؤالدین خلجی کے زمانے کے سوا اراضی ہندو پاکستان کا معتدبہ حصہ مغلوں کے عہد سے اکثر و بیشتر اقطاع کی شکل میں فوجی خدمات کے عوض افسروں کو یا اتالیق و اساتذہ نیز صوفیا کو دیا جاتا رہا ہے اور اسلامی بیت‌المال کا وجود یہاں کہیں نہیں ملتا۔

بہر کیف اصل سوال یہ ہے کہ زمین کی کل پیداوار کے ایک جز کے عوض اراضی کسی محنت کرنے والے کے سپرد کرنا جایز ہے یا نہیں؟ مولانا طاسین کے مضمون میں بھی اسی سوال سے بحث کی گئی ہے، اور اس ہیچمدان کے مضمون میں بھی۔ مولانا طاسین نے حضرت رافع بن خدیج کی روایت کی بنیاد پر عدم جواز کو

ثابت کیا ھے، اور پروفیسر رفیع اللہ نے ایک صحابی کی روایت پر اپنے مفروضہ عقیدے کی بنیاد رکھی ھے۔ حضرت رافع سے کئی حدیثیں مروی ھیں اور سب کو پیش نظر رکھنا ضروری ھے۔ پھر ایک اور نکتہ جس کو ان دونوں حضرات نے نظر انداز کردیا ھے، یہ ھے کہ رافع بن خدیج سے جب یہ پوچھا جاتا ھے کہ کیا "مزارعت بالفضہ والذھب" بھی ممنوع ھے تو فرماتے ھیں: نہیں: سونے چاندی کے عوض زمین مزارعت کے لئے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں: جسکا واضح مفہوم یہ ھوا کہ کھیتی کرنے کے لئے کسی مقرر رقم کے عوض زمین دینے میں کوئی خرابی نہیں۔ اس مضمون کی حدیثیں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد نیز دوسرے مجامیع حدیث میں نمایاں طور پر خاص باب کے ماتحت مذکور ھیں۔

۱ - سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۲۵، مطبع مجیدی: حدثنا قتیبة بن سعید عن مالك عن ربیعة بن ابی عبدالرحمن عن حنظلة بن قیس انه سأل رافع بن خدیج عن کراء الارض، فقال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن کراء الارض، فقلت أبالذھب والورق؟ فقال: اما بالذھب والورق فلا بأس به۔ (ترجمه) قتیبه بن سعید نے مالک سے انہوں نے ربیعة بن ابی عبدالرحمان سے انہوں نے حنظله بن قیس سے روایت کی کہ أنہوں (حنظله) نے رافع بن خدیج سے پوچھا زمین کے کرائے کے بارے میں، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے زمین کے کرائے سے منع فرمایا ھے، تو میں نے کہا کیا سونے اور چاندی کے عوض بھی کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ھے؟ رافع نے جواب دیا اگر سونے چاندی کے عوض کرایہ پر دیا ھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام محمد بن شیبانی مؤطا میں (صفحہ ۳۰۶، یوسفی) اس حدیث کے مضمون کے ذکر کے بعد فرماتے ھیں:

وبھذا ناخذ لابأس یکرائھا بالذھب و الورق و بالحنطة کیلا معلوماً وضربا

معلوما مالم يشترط ذلك مما يخرج منها ، فان اشترط مما يخرج منها كيلا معلوما فلا خيرفيه و هو قول ابی حنيفة والعامة من فقهائنا، وقد سئل عن كرائها سعيد بن جبير بالحنطة كيلا معلوما فرخص فی ذلك، فقال هل ذلك الا مثل البيت يكری ۔

ترجمه : اور هم اسی پر عمل کرتے هیں که زمین سونے چاندی کے عوض کرایه پر دینے میں کوئی حرج نہیں اور گیہوں کے عوض بھی مضایقه نہیں جبکه گیہوں کا پیمانه اور قسم معلوم هو جبتک که اس زمین کی پیداوار کی شرط نه هو، اگر یه شرط هوکه اس زمین کی پیداوار کا گیہوں هو اور پیمانه معلوم هو تو اس میں کوئی خیر نہیں۔ یہی امام ابوحنیفه اور همارے عام فقہاء کا قول هے، اور سعید بن جبیر سے زمین ایک معلوم پیمانه کے گیہوں کے عوض کرایه پر دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اجازت دی ، اور فرمایا که یه تو ویسے هی هے جیسے که گھر کرایه پر دیا جائے،،۔ یعنی جیسے مکان کرایه پر دیا جاتا هے ویسے هی معلوم مقدار کے گیہوں کے عوض زمین بھی کرایه پر دی جا سکتی هے۔

امام ابوداؤد نے مذکورہ بالا حدیث سے پہلے حضرت رافع خدیج هی سے یه روایت بھی بیان کی هے :۔

حدثنا ابراهیم بن موسی الرازی انا عیسی نا الاوزاعی ح و حدثنا قتيبة بن سعيد نا ليث كلا هما عن ربيعة بن ابی عبدالرحمن واللفظ للاوزاعی ، قال حدثنی حنظلة بن قيس الانصاری قال سألت رافع بن خديج عن كراء الارض بالذهب والورق فقال لا بأس بها، انما كان الناس يواجرون علی عهد رسول الله صلی الله عليه وسلم بما علی الماذيانات و اقبال الجداول و اشياء من الزرع فيهلك هذا ويسلم هذا و يسلم هذا و يهلك هذا ، ولم يكن للناس كراء الا هذا فلذلك زجر عنه، فأما شیٔ مضمون معلوم فلا بأس به ، و حديث ابراهيم اتم۔ ترجمه : ابراهیم بن موسی رازی نے هم سے بیان کیا کہا هم سے عیسی نے اور ان سے اوزاعی نے بیان کیا،

ایک دوسرے سند سے بھی امام ابو داؤد روایت کرتے ہوئے فرماتے ھیں،
ھم سے قتیبہ بن سعید نے اور ان سے لیث نے اور ان دونوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے، امام اوزاعی کے الفاظ میں روایت کی، کہا مجھ سے حنظلہ بن قیس انصاری (مشہور تابعی اور بعض نے صحابی کہا ھے) نے فرمایا میں نے رافع بن خدیج سے سونا چاندی کے عوض زمین کرایہ پر دینے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضایقہ نہیں، (رافع نے مزید فرمایا) لوگ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان اشیاء کو اجرت میں دیتے تھے جو پانی کی نالیوں اور پانی کی چھوٹی چھوٹی نہروں کے ارد گرد اگتی ھیں اور کچھ کھیت کی پیداوار بھی دیتے تھے، تو ان میں سے کبھی ایک طرف برباد ھو جاتا اور دوسری جانب سالم رھتا، یا ایک جانب سالم رھتا اور دوسری جانب ھلاک ھو جاتا، اور لوگ کرایہ میں صرف اسی کو دیتے تھے، اسی لئے حضورص نے اس سے زجر (منع) فرمایا، البتہ اگر اجرت میں ایسی چیز دی جائے جو معلوم ھو اور جسکی ضمانت ھو تو اس کے عوض کرایہ پر دینے میں کوئی مضایقہ نہیں، (امام ابو داؤد فرماتے ھیں) اور ابراھیم کی حدیث اتم ھے۔

حدیث کے الفاظ اور مضامین بالکل واضح ھیں، شرح کی کوئی ضرورت نہیں اور امام ابو داؤد پر پروفیسر صاحب کا بھی اعتماد ھے۔

امام بخاری (ج ۱ ص ۳۱۵) نے اپنی جامع میں خاص باب باندھا ھے: کراء الارض بالذھب والفضة۔ سونے چاندی کے عوض زمین کرایہ پر دینا۔ ابن ماجہ (ص ۱۷۹) نے دو باب لکھے ھیں۔ (۱) باب کراء الارض، زمین کرایہ پر دینا، (۲) باب الرخصة فی کراء الارض البیضاء بالذھب و الفضة، خالی زمین سونے چاندی کے عوض کرایہ پر دینے کی رخصت کا باب۔

آئیے پہلے امام بخاری کے باب پر نظر ڈالیں:

باب کراء الارض بالذهب والفضة ، وقال ابن عباس إن امثل ما انتم صانعون ان تستاجروا الارض البیضاء من السنة الی السنة، ترجمه، حضرت ابن عباس نے فرمایا سب سے بہتر یہ ہے کہ خالی زمین کو اجرت پر ایک سال سے دوسرے سال تک دو۔

حدثنا عمرو بن خالد ثنا اللیث عن ربیعة بن ابی عبدالرحمن عن حنظلة بن قیس عن رافع بن خدیج حدثنی عمای انهم کانوا یکرون الارض علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم بما ینبت علی الاربعاء اوبشیٔ یستثنیه صاحب الارض، فنهانا النبی صلی الله علیه وسلم عن ذلك ، فقلت لرافع فکیف هی بالدینار و الدرهم ؟ فقال رافع لیس بها بأس، بالدینار والدرهم ، وکان الذی نهی عن ذلك مالو نظر فیه ذووا الفهم بالحلال والحرام لم یجیزوه لما فیه من المخاطرة ، قال ابو عبدالله من ههنا قول اللیث و کأن الذی نهی عن ذلك ،: ''عمروبن بن خالد نے هم سے بیان کیا ، انہوں نے کہا هم سے لیث نے انہوں نے ربیعه بن ابی عبدالرحمن سے اور انہوں نے حنظله بن قیس سے اور انہوں نے رافع بن خدیج سے حدیث بیان کی ، رافع نے کہا مجھ سے میرے دو چچاؤں نے بیان کیا کہ لوگ رسول الله صلی الله علیه وسلم کے عہد میں زمین کرایه پر دیتے تھے اور عوض میں وہ لیتے جو چاروں فصلوں میں اگتا یا وہ چیز لیتے جسکو زمین کا مالک خارج کر دیتا ۔ تو نبی صلی الله علیه وسلم نے اس سے هم لوگوں کو منع فرمایا ۔ (حنظله کہتے ہیں) تو میں نے رافع سے کہا پس کیسا ہے یہ (زمین کرایه پر دینا) دینار اور درهم کے بدلے میں ؟ رافع نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ، دینار اور درهم کے بدلے میں ، اور گویا وہ جس سے نبی صلی الله علیه وسلم نے منع فرمایا وہ چیز تھی کہ اگر اس میں حلال و حرام کی سمجھ رکھنے والے نظر کریں تو اسکی اجازت نه دیں کیونکه اس میں مخاطرہ یعنی خطرے میں ڈالنا ہے ، ابو عبدالله (یعنی عمروبن خالد) نے کہا که یہاں سے یعنی ''وکان الذی نهی عن ذلك الخ،، سے لیث کا قول ہے ''۔

ان ساری حدیثوں سے واضح طور پر یہ امر متحقق ہے کہ روپے پیسے یا درهم و دینار کے عوض زمین اجارے پر دینا بلا شک و شبه جایز ہے ، اور

امام محمد کے بیان کے مطابق سعید بن جبیر نے کہا یہ تو ویسا ھی جایز ھے جیسے گھر کرایہ پر دینا ۔ اور اگر ان اقتصادی ماھرین کے قول کو مان لیں کہ مکان کا کرایہ سود ھے تو پھر سارا کاروبار دنیا کا معطل ھو جائے کیونکہ نہ سواری کا کرایہ جایز ھو سکتا ھے ، نہ موٹر کا، نہ بس کا، نہ ریل کا نہ ھوائی جہاز کا اور نہ کشتیوں اور جہازوں کا کیونکہ پروفسیر رفیع اللہ کے قول کے مطابق یہ سب کرائے ربا میں داخل ھیں۔

جس مضمون پر پروفیسر صاحب نے جرح و قدح کی ھے اس میں (دیکھئے صفحہ ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، فکرو نظر دسمبر ۱۹۷۴ء) صحاح ستہ سے احادیث و آثار نقل کئے گئے ھیں جن سے کرایہ پر زمین دینے کی اجازت ظاھر ھے، مگر چونکہ یہ رخصت ان کے اپنے عقیدے کے خلاف تھی اس لئے مخالفت پر اصرار کرنے لگے ۔ شرعی احکام میں نص کے مقابل قیاس آرائی کہاں تک روا ھو سکتی ھے ! لم تحرم ما أحل اللہ لك !!

پروفیسر صاحب نے علامہ شوکانی کی عبارت کا ترجمہ پیش کیا ھے۔ بڑے افسوس کا مقام ھے کہ انھوں نے اپنی مطلب برآری کے لئے کچھ حصہ تو نقل کیا ھے اور پوری بحث کو نظر انداز کر دیا ھے۔ علامہ شوکانی کی بحث کے نچوڑ کو آپ بھی پڑھئے ، اور پروفسیر صاحب کی بیان کردہ ذیل کی حدیث کے متعلق علامہ کی رائے بھی دیکھئے ۔

عن ابن ابی نعم قال حدثنی رافع بن خدیج انه زرع أرضاً فمر به النبی صلی اللہ علیه وسلم و هو یسقیها فسأله لمن الزرع ولمن الارض؟ فقال زرعی ببذری وعملی، لی الشطر ولبنی فلان الشطر، فقال اربیتما فردالارض علی اهلها و خذ نفقتك ۔ سنن ابی داؤد ۔

ابن ابی نعم سے روایت ھے کہا : مجھ سے بیان کیا رافع بن خدیج نے یہ کہ اس نے ایک زمین کو کاشت کیا، پس گزرے اس کے پاس سے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ وہ اس کو پانی دے رہا تھا حضور ص نے پوچھا کھیتی کس کی اور زمین کس کی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کھیتی میرے بیج اور عمل سے ہے، نصف پیداوار میری ہوگی اور نصف بنی فلاں کے لئے حضور نے فرمایا تم نے سودی معاملہ کیا، پس زمین اس کے مالکوں کے سپرد کر دو اور اپنا خرچہ لے لو۔

دیکھئے نیل الاوطار ج ۵ صفحہ ۲۹۳: "نعم حدیث رافع عند ابی داؤد والنسائی و ابن ماجۃ بلفظ "من كانت له أرض فليزرعها اوليزرعها ولا يكارها بثلث ولاربع ولابطعام مسمى"۔ و كذلك حديثه ايضا عند ابی داؤد باسناد فيه بكر بن عامر البجلی الكوفی و هو متكلم فيه، قال: انه زرع ارضا... و خذ نفقتك، و مثله حديث زيد بن ثابت عند ابی داؤد، قال: "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المخابرة، قلت وما المخابرة؟ قال: ان يأخذ الارض بنصف او ثلث او ربع"، فيها دليل على المنع من المخابرة بجزء معلوم"،

ترجمہ: ہاں رافع کی حدیث کے الفاظ ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے نزدیک یہ ہیں "جس کے پاس زمین ہو چاہئے کہ وہ زراعت کرے یا چاہئے کہ زراعت کے لئے دے اور اسکو ثلث نہ ربع نہ کسی معین طعام کے بدلے کرایہ پر دے"، اور اسی طرح رافع کی حدیث جسکو امام ابو داؤد نے روایت کی ہے (ابن ابی نعم سے) اس کے اسناد میں بکر بن عامر بجلی کوفی ہے جس کے بارے میں کلام کیا گیا ہے (ماہرین رواۃ نے اس راوی کو ضعیف کہا ہے، حدیث اوپر گزر چکی ہے)، اور اسی طرح زید ابن ثابت رض کی حدیث امام ابو داؤد کے یہاں ہے کہ فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا (زید فرماتے ہیں) میں نے کہا: مخابرہ کیا ہے؟ فرمایا "یہ کہ زمین نصف ثلث یا ربع میں لے"، ان حدیثوں میں اس بات پر دلیل ہے کہ مخابرہ ایک معلوم جز کے بدلے ممنوع ہے"۔

اس کے بعد علامہ فرماتے ہیں: "والجمع ما امكن هوالواجب، وقد

امكن هنا حمل النهى على معناه المجازى و هو الكراهة ، ولايشكل على هذا قوله صلى‌الله عليه و اله وسلم ''اربيتما،، فى حديث رافع المذكور و ذلك بان يقال : قد وصف النبى ص هذه المعاملة بانها ربا ، والربا حرام بالا جماع فلا يمكن الجمع بالكراهة، لانا نقول الحديث لا ينتهض للاحتجاج به للمقال الذى فيه، ولا سيما مع معارضته للاحاديث الصحيحة الثابتة من طرق متعددة الواردة بجواز المعاملة بجزء معلوم ، و كيف يصح ان يكون ذلك ربا وقدمات رسول الله صلى‌الله عليه وسلم عليه و مات عليه جماعة من أجلاء الصحابة ، بل يبعد ان يعامل النبى صلى‌الله عليه وسلم المعاملة المكروهة ويموت عليها ولكنه الجأنا الى القول بذلك الجمع بين الاحاديث ، و هذا ما نرجحه فى هذه المسئلة، ولايصح الاعتذار عن الا حاديث القاضية بالجواز بانها مختصة به صلى‌الله عليه وسلم لما تقرر من انه صلى‌الله عليه وسلم اذا نهى عن شئ نهيا مختصا بالامة و فعل ما يخالفه كان ذلك الفعل مختصا به لانا نقول اولا النهى غير مختص بالامة، وثانيا انه صلى‌الله عليه وسلم قدر جماعة الصحابة على مثل معاملته فى خيبر الى عند موته، و ثالثا انه قداستمر على ذلك بعد موته صلى‌الله عليه وسلم جماعة من اجلاء الصحابة ، و يبعد كل البعد ان يخفى عليهم مثل هذا ۔

ترجمہ : (ان احادیث میں کہ مزارعت کے بارے میں جواز و نہی پر مشتمل ہیں) جمع کرنا جہاں تک ہوسکے واجب ہے، یہاں یہ ممکن ہے کہ نہی کو معنی مجازی پر محمول کریں جو کراہیت ہے، آنحضرت صلی‌اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''اربیتما،، (تم دونوں نے سودی کاروبار کیا) سے جو رافع کی مذکورہ حدیث میں ہے اس پر یہ اشکال وارد نہیں ہوگا یہاںتک کہ کہا جائے گا کہ پیغمبر صلی‌اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ کو ربا کے لفظ کے ساتھ موصوف کیا ہے اور اور ربا بالاجماع حرام ہے، بس کراہیت کے ساتھ ان احادیث میں جمع کی صورت ممکن نہیں۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ یہ حدیث حجت کے لایق نہیں ہے کہ اس کے راوی کے بارے میں کلام ہے، اور خصوصاً اس وجہ سے کہ

یہ حدیث ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جو متعدد طرق سے ثابت ہیں اور جن سے ایک معلوم جزء کے عوض معاملہ کرنا جایز ثابت ہے ، پھر یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ ربا ہو کہ اس معاملے پر (خیبر کے معاملے پر) رسول‌اللہ صلی‌اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ، اور اسی پر جلیل‌القدر صحابہ کی ایک جماعت کی وفات ہوئی ؟ بلکہ یہ بعید ہے کہ پیغمبر صلی‌اللہ علیہ وسلم مکروہ معاملہ پر عمل پیرا ہوتے اور اس پر آپکا وصال ہوتا، البتہ اس حدیث نے ہمیں احادیث کے درمیان میں جمع کرنے پر مجبور کیا، اور اس مسئلے میں ہم اسی کو ترجیح دیتے ہیں (جسکو ہم نے بیان کیا) ۔ ان احادیث کے مطلق جو جواز کا فیصلہ کرتی ہیں یہ عذر پیش کرنا صحیح نہیں کہ یہ عمل آنحضرت صلی‌اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے خاص کراہت کے لئے منع فرماتے تو خود اس کے خلاف کرتے ، اور یہ عمل آپ کے لئے خاص ہوتا ، یہ اعتذار اس لئے صحیح نہیں کہ اول یہ منع امت کے لئے خاص نہیں ہے ، دوسرے یہ کہ پیغمبر صلی‌اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کی ایک جماعت کو خیبر کے مثل معاملے پر اپنی وفات تک قائم رکھا ، تیسرے یہ کہ حضور صلی‌اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جلیل القدر صحابہ کی ایک جماعت اس پر برابر عمل پیرا رہی اور یہ بعید ہے کہ ایسی نہی ان سے پوشیدہ رہے،، ۔

امام شوکانی کی تصریح کے بعد حضرت ابن عباس کی دونوں روایتوں کی تفسیر بھی انہیں کے الفاظ میں سن لیجئے : (ص ۲۹۶) ولکن قولہ (قول ابن عباس) ''لان یمنح احدکم اخاہ خیرلہ من ان یاخذ علیھا خراجا معلوما : لیکن ان کا قول ''تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اپنی زمین عطا کردے تو یہ یقیناً بہتر ہے، اس سے کہ اس زمین پر ایک معلوم و معین خراج لے،، اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ نہی کو تحریم سے کراہیت کی طرف پھیرنے کے لئے قرینہ بن جائے ۔ اور اسی طرح ابن عباس کی دوسری روایت اس پر دلالت

کرتی ہے کہ یہ نہی اپنے حقیقی معنی کے لئیے نہیں ہے : و عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم لم یحرم المزارعة ، ولکن امر ان یرفق بعضهم ببعض، رواہ الترمذی و صححه : ''حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیه وسلم نے مزارعت کو حرام نہیں قرار دیا لیکن آپ ص نے یه حکم دیا کہ بعض لوگ بعض کے ساتھ نرمی اور رفق و محبت سے پیش آئیں ، ترمذی نے اس کی راویت کی اور اس کو صحیح کہا ۔

غرض امام شوکانی کی تفصیلی بحث سے حسب ذیل باتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں جن کی تفصیل اپنے مقالے میں تحریر کر چکا ہوں ، اگرچه آج کل کے ترقی پسند اهل علم اپنی رائے کے آگے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بھی داروگیر سے باز نہیں آتے : اور اپنی قیاس آرائی کو صحیح اسلامی تفسیر کہنا چاہتے ہیں : مزارعت مطلقاً حرام نہیں، صرف جزوی پیداوار کے عوض مزارعت سے احتراز کرنا چاہئے ۔ اور رقم معین یا مقدار مخصوص کے عوض مزارعت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ، مکان یا زمین ، کرایه پر دینا جایز ہے، مکان کا کرایه ہر گز سود نہیں'

پروفیسر صاحب نے ' فیوڈلزم ، کو مذموم کہنے کے لئے اور مولانا طاسین نے سوشلزم کے یلغار سے اسلام کو بچانے کے لئے اپنے اجتہادات پیش کرنے کی تکلیف اٹھائی ، ان کی نیک نیتی پر ہمیں کوئی شبہ نہیں، البته اسوۂ رسول و اسوۂ صحابه رض اور صریح نص نبوی کے پیش نظر ان کی توجیہیں قابل قبول نہیں معلوم ہوتیں ۔